پروفیسر محمد اکرم ورک

صحابہ کرام کے اسلوب دعوت میں انسانی نفسیات کا لحاظ

(۲)

مناسب وقت کا انتظار / موقع کی مناسبت

دعوت دین کے ہر کارکن کو اپنے گرد وپیش کا پوری ہوشیاری اور مستعدی سے جائزہ لیتے رہنا چاہیے کہ دعوت کی تخم ریزی کے لیے جیسے ہی کوئی مناسب موقع ہاتھ آئے، وہ بڑی ہوشیاری کے ساتھ اس سے فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ اس کی بہترین مثال ہمیں حضرت یوسفؑ کی سیرت میں ملتی ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

> ''اور ان کے ساتھ دو اور جوان بھی جیل میں داخل ہوئے۔ ان میں سے ایک نے کہا: میں اپنے آپ کو خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں شراب نچوڑ رہا ہوں، اور دوسرے نے کہا: میں اپنے کو دیکھتا ہوں کہ میں اپنے سر پر روٹی اٹھائے ہوئے ہوں جس میں سے چڑیاں کھا رہی ہیں۔ آپ ہمیں اس کی تعبیر بتائیے۔ ہم آپ کو خوب کاروں میں سے سمجھتے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا: جو کھانا تمھیں ملتا ہے وہ آئے گا نہیں کہ میں اس کے آنے سے پہلے پہلے تمھیں اس کی تعبیر بتا دوں گا۔ یہ اس علم میں سے ہے جو میرے رب نے مجھے سکھایا ہے۔ میں نے ان لوگوں کے مذہب کو چھوڑا جو اللہ پر ایمان نہیں رکھتے اور آخرت سے یہی لوگ منکر ہیں اور میں نے اپنے بزرگوں ابراہیم، اسحاق اور یعقوب کے مذہب کی پیروی کی۔ ہمیں حق نہیں کہ ہم کسی چیز کو اللہ کا شریک ٹھہرائیں۔ یہ اللہ کا ہم پر اور لوگوں پر فضل ہے لیکن اکثر لوگ شکر گزار نہیں ہوتے۔ اے میرے جیل کے دونوں ساتھیو! کیا الگ الگ بہت سے رب بہتر ہیں یا اکیلا اللہ ہی سب پر حاوی و غالب؟ تم اس کے سوا نہیں پوجتے مگر چند ناموں کو جو تم نے اور تمھارے باپ دادا نے رکھ چھوڑے ہیں۔ اللہ نے ان کی کوئی دلیل نہیں اتاری۔ اختیار اور اقتدار صرف اللہ ہی کا ہے۔ اس نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی پرستش نہ کرو۔ یہی دین قیّم ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ اے میرے جیل کے دونوں ساتھیو! تم میں سے ایک تو اپنے آقا کو شراب پلانے کی خدمت انجام دے گا۔ رہا دوسرا تو اس کو سولی دی جائے گی، پھر پرندے اس کے سر کو نوچ نوچ کر کھائیں گے، اس امر کا فیصلہ ہوا جس کے بارے میں تم پوچھ رہے تھے'' (۱)

اس پورے واقعہ میں داعی حق کے لیے جو نقطہ خصوصیت سے قابل ذکر ہے، وہ یہ ہے کہ جب وہ دونوں آدمی محسوس کرتے ہیں کہ اپنے کردار و اوصاف کی بنا پر حضرت یوسفؑ ہی ایسے فرد ہیں جن کی طرف وہ اپنی غرض کے لیے رجوع کر سکتے ہیں تو حضرت یوسفؑ اس موقع پر یہ نہیں کرتے کہ ان پر اپنی بزرگی کا رعب جمانے کی کوشش کریں، بلکہ وہ ان کے اس التفات کو غنیمت سمجھتے ہوئے ان کے سامنے فوراً دعوت حق پیش فرماتے ہیں اوراس کے لیے انھوں نے ایسا اسلوب اختیار فرمایا کہ گویا بات سے بات چل نکلی ہے نہ کہ قصداً ایک بات کہنے کے لیے موقع پیدا کیا گیا ہے۔صحابہ کرامؓ کی سیرت کے تفصیلی مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ انھوں نے بھی دعوت وتبلیغ کے لیے بار ہا اس اسلوب کو اختیار کیا۔سیرت صحابہ سے اس کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

حضرت شداد بن اوسؓ ایک مریض کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔مریض سے پوچھا: کیا حال ہے؟ اس نے کہا: اللہ کے فضل سے اچھا ہوں۔حضرت شدادؓ نے دیکھا کہ زمین ہموار ہے اور مریض بیماری کے باوجود اللہ کی رضا پر راضی ہے تو فوراً گویا ہوئے:

أبشر بكفارات السيئات و حط الخطايا	میں تم کو مرض کے کفارۂ گناہ ہونے کی بشارت سناتا ہوں۔

کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میں کسی شخص کو آزمائش میں مبتلا کروں اور وہ میری حمد کرے تو وہ گناہوں سے ایسے پاک ہو جاتا ہے جیسے اپنی ماں کے پیٹ سے ابھی پیدا ہوا ہو۔(۲)

حضرت طلیبؓ بن عمیر خفیہ دعوت کے مرحلے میں دار ارقم میں ایمان لائے۔جب دولت ایمان سے مستفید ہو چکے تو اپنی والدہ اروی بنت عبدالمطلب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: میں نے اسلام قبول کرلیا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی اتباع اختیار کر لی ہے تو ان کی والدہ کہنے لگیں، اپنے ماموں زاد بھائی کی امداد و اعانت کرنا بڑی اچھی بات اور ایک حق کی ادائیگی ہے۔اگر ہم عورتوں میں مردوں جیسی طاقت ہوتی تو ہم بھی آپ ﷺ کی اتباع کرتیں اور ہر مدافعت میں آپ ﷺ کا ساتھ دیتیں۔(۳) حضرت طلیبؓ بن عمیر نے دیکھا کہ والدہ اسلام کے لیے نرم گوشہ رکھتی ہیں اور اسلام کی طرف مائل ہیں تو انھوں نے فوراً کہا:

ایمنعك ان تسلمي و تتبعيه ، فقد اسلم اخوك حمزةؓ؟ فقالت: انتظر ما يصنع أخواتي ، ثم اكون إحداهن قال : فقلت : فانى اسألك بالله الا أتيته و سلمت عليه	آپ کو اسلام لانے اور آپ ﷺ کا اتباع کرنے سے کیا چیز مانع ہے؟ جبکہ آپ کے بھائی حمزہؓ بھی اسلام لا چکے ہیں۔انھوں نے جواب دیا: میں یہ انتظار کر رہی ہوں کہ میری بہنیں کیا کرتی ہیں، میں اپنی بہنوں سے باہر نہیں،

وصدّقته ، وشهدت ان لا اله الا اللّٰه ، قالت : فانی اشهد ان لا اله الا اللّٰه ، واشهد ان محمداً رسول اللّٰه ﷺ، ثم كانت تعضد النبی ﷺ بلسانها وتحض ابنها علی نصرته والقيام بامره (۴)

حضرت طلیبؓ نے عرض کیا: اماں جان! میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ آپ ضرور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں اور آپ کو سلام کریں، آپ کی تصدیق کریں اور اس بات کی گواہی دیں کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں۔ حضرت اروئیؓ نے کہا: میں گواہی دیتی ہوں کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ اس کے بعد یہ (اپنے بڑھاپے کے باعث) رسول اللہ ﷺ کے کام میں اپنی زبان کے ذریعے مدد کرتی تھیں اور اپنے بیٹے کو آپ ﷺ کی مدد کرنے اور آپ ﷺ کے مقاصد کو پورا کرنے پر ابھارا کرتیں تھیں۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ کے صحابہ جمع تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے رسول اللہ ﷺ سے علی الاعلان دعوتِ اسلام کی اجازت طلب کی۔ آپ ﷺ نے منع فرمایا لیکن پھر ابوبکرؓ کے اصرار پر اجازت دے دی، چنانچہ تمام صحابہ رسول اللہ ﷺ کی معیت میں بیت اللہ میں تشریف لے گئے۔ ابوبکرؓ لوگوں کے درمیان خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے اور اسلام میں وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے لوگوں کو کھلم کھلا اسلام کی دعوت دی۔ چنانچہ مشرکین مکہ ان پر ہر طرف سے ٹوٹ پڑے اور آپؓ کو خوب مارا، حتیٰ کہ بچنے کی کوئی امید نہ رہی۔ آپؓ کے قبیلہ بنو تیم کے لوگ آپ کو اٹھا کر گھر لے گئے، ہوش آیا تو پہلا سوال یہ تھا: رسول اللہ ﷺ کا کیا حال ہے؟ بتایا گیا کہ حضور ﷺ خیریت سے ہیں۔ آپؓ دار ارقم میں حاضر ہوئے اور جب تک رسول اللہ ﷺ کو دیکھ نہ لیا، مطمئن نہ ہوئے اور پھر بارگاہ رسالت میں عرض کیا:

يا رسول اللّٰه ﷺ ! هذه أمی وأنت مبارك فادع لها وادعها الی الاسلام لعل اللّٰه ان يستنقذها بك من النار فدعا لها رسول اللّٰه ﷺ ودعاها الی اللّٰه فاسلمت (۵)

اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ میری والدہ محترمہ ہیں، آپ ﷺ ان کے لیے دعا کیجیے اور ان کو اسلام کی طرف بلائیں شاید کہ اللہ آپ کے ذریعہ سے ان کو جہنم سے بچالے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے دعا کی اور ان کو اسلام کی دعوت دی تو انھوں نے اسلام قبول کرلیا۔

حضرت ابوبکرؓ نے جب دیکھا کہ ان کی والدہ پر دن بھر کے واقعات کا ایک خاص اثر ہے اور ان کے دل میں اپنے بیٹے اور اس کے مقاصد کے لیے ہمدردی کے آثار موجود ہیں تو انھوں نے ایک سچے داعی کی طرح موقع مناسب سمجھتے ہوئے اپنی والدہ کو اسلام کی دعوت دی جس کے نتیجہ میں انھوں نے اسلام قبول کرلیا۔

ایک آدمی نے ابن عباسؓ سے جمعہ کے دن غسل کرنے کے بارے میں سوال کیا کہ کیا یہ واجب ہے؟ ابن عباس نے فرمایا: نہیں جو چاہے، غسل کرے۔ اور پھر فرمایا کہ میں تمھیں بتاتا ہوں کہ غسل جمعہ کی ابتدا کیسے ہوئی۔ دراصل عہد رسالت میں لوگ غریب اور محتاج تھے، وہ اون کے کپڑے پہنتے تھے، دن بھر کھیتوں میں کام کرنے کی وجہ سے پسینہ آتا، جس سے کپڑوں کی بدبو مزید بڑھ جاتی، جس کی وجہ سے دوسرے مسلمانوں کو تکلیف ہوتی تھی چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا:

یـا ایهـا الـنـاس ! اذا جـئـتـم الـجـمـعـة فـاغـتسـلـوا، ولیمس احدکم من اطیب طیب ان کان عنده(۶)	اے لوگو! جب تم جمعہ کے لیے آؤ تو غسل کرلیا کرو، اور جس کے پاس خوشبو ہو وہ خوشبو مل لیا کرے۔

ابن عباسؓ اگر چاہتے تو سائل کو صرف یہ کہہ کر رخصت کر سکتے تھے کہ جمعہ کے دن غسل واجب ہے یا نہیں، لیکن انھوں نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سائل کو غسل جمعہ کے پورے پس منظر اور تفصیل سے آگاہ کردیا۔

اگرچہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کا ایک مستقل حلقۂ درس موجود تھا تاہم وہ جہاں لوگوں کو جمع دیکھتے یا جہاں موقع کی مناسبت سے کچھ کہنے کی ضرورت ہوتی، فوراً لوگوں کو دین کی طرف متوجہ کرتے، چنانچہ ایک دفعہ ابوموسیٰ اشعریؓ اصفہان کی مہم سے واپس لوٹ رہے تھے کہ ایک جگہ پڑاؤ کیا۔ لوگوں کا کافی مجمع تھا۔ موقع مناسب جانتے ہوئے آپ نے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: میں تم لوگوں کو ایک حدیث سنانا چاہتا ہوں جو ہم لوگوں کو رسول اللہ ﷺ نے سنائی تھی۔ لوگوں نے کہا: اللہ آپؓ پر رحم کرے، ضرور سنایئے۔ بولے: رسول اللہ نے فرمایا: قیامت کے قریب ''ہرج'' زیادہ ہوگا۔ لوگوں نے عرض کیا: ہرج کیا ہے؟ فرمایا: قتل اور جھوٹ۔ لوگوں نے عرض کیا: اس سے بھی زیادہ قتل ہوگا جتنا ہم لوگ کرتے ہیں؟ فرمایا اس سے مقصد کفار کا قتل نہیں بلکہ باہمی خونریزی ہے، حتیٰ کہ پڑوسی پڑوسی کو، بھائی بھائی کو، بھتیجا چچا کو اور چچا بھتیجے کو قتل کرے گا۔ لوگوں نے کہا سبحان اللہ، کیا عقل وہوش رکھتے ہوئے؟ فرمایا: عقل وہوش کہاں؟ عقل وہوش تو اس زمانہ میں باقی نہ رہے گا، حتیٰ کہ آدمی خیال کرے گا کہ وہ کسی حق بات پر ہے لیکن درحقیقت وہ کسی حق بات پر نہ ہوگا''۔(۷)

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے لوگوں کو یہ خطبہ اس وقت دیا جب وہ لوگ گھروں کو لوٹ رہے تھے۔ جہاں میدانِ جہاد کی نسبت ان برائیوں میں مبتلا ہونے کے امکانات کئی گنا زیادہ تھے، اس لیے آپؓ نے ایک مناسب موقع پر ضروری تعلیم دینا لازمی سمجھا تاکہ لوگ ان گناہوں میں مبتلا نہ ہوں اور زبان رسالت سے نکلنے والی وعید کے مستحق نہ بن جائیں۔

ایک دفعہ حضرت ابوالدرداءؓ دمشق کی جامع مسجد میں، جہاں آپ کا حلقہ درس قائم تھا، اپنے ہاتھ سے شجرکاری کر رہے تھے۔ اسی دوران ایک آدمی ان کے پاس سے گزرا۔ آپؓ کو دیکھ کر بڑے تعجب سے کہنے لگا: آپؓ رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہو کر ایسا معمولی کام اپنے ہاتھ سے کر رہے ہیں؟ حضرت ابوالدرداءؓ نے اس کی حیرت زائل کرتے ہوئے فرمایا، میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے:

من غرس غرساً لم یأکل منه آدمی ولا خلق من خلق الله الا کان له صدقة(۸)	جس کسی نے کوئی پودا لگایا اور اس میں سے اگر کسی آدمی یا اللہ کی مخلوق میں سے کسی مخلوق نے کھایا تو وہ اس کے لیے صدقہ ہے۔

حضرت عائشہؓ موسم حج میں منیٰ میں خیمہ زن تھیں۔ لوگ ملاقات کو آ رہے تھے، چند قریشی نوجوانوں کو دیکھا کہ وہ ہنستے ہوئے آ رہے ہیں۔ آپؓ نے ہنسنے کا سبب دریافت کیا تو انھوں نے عرض کیا کہ ایک صاحب خیمہ کی ڈوری میں الجھ کر ایسے گرے کہ ان کی آنکھ چلی جاتی یا گردن ٹوٹ جاتی، ہم لوگوں کو یہ دیکھ کر بے ساختہ ہنسی آ گئی۔ فرمایا: مت ہنسو! میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے:

ما من مسلم یشاك شوكةً فما فوقها، الا كتبت له بها درجة ،و محیت عنه بها خطیئة (۹)	کسی مسلمان کو کانٹا چبھ جائے یا اس سے معمولی مصیبت آئے تو اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ اس کا ایک درجہ بڑھا دیتا ہے اور ایک گناہ معاف فرما دیتا ہے۔

تالیف قلب

اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان کی عملی زندگی میں قوتِ محرکہ اس کا دل ہے، اور اسی کی بدولت انسانی شخصیت انقلاب سے دوچار ہوتی ہے۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

الا وان فی الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد کله واذا فسدت فسد	آگاہ رہو کہ بدن میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے۔ جب وہ سنور جاتا ہے تو تمام بدن سنور جاتا ہے۔

الجسد کله الا و ھی القلب (۱۰) اور جب وہ خراب ہوجاتا ہے تو تمام بدن خراب ہوجاتا ہے۔سنو وہ ٹکڑا دل ہے۔

گویا انسانی جذبات کا مرکز دل ہے اور جب داعی دل کو متاثر کرنے میں کامیاب ہوگیا تو وہ یقینی طور پر مخاطب کو صراطِ مستقیم پر گامزن کرنے میں کامیاب ہوجاتا ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اسلام کے کئی شدید ترین دشمنوں کو محض تالیف قلب کی بنا پر حلقہ بگوش اسلام کر لیا۔☆

صحابہ کرامؓ نے بھی کئی لوگوں کو محض تالیف قلب کے اسلوب کو اختیار کرتے ہوئے مائل بہ اسلام کیا چنانچہ ابوداؤد کی روایت ہے کہ ایک صحابی نے، جو پانی کے ایک چشمے کے مالک تھے، اپنی قوم کو اسلام کی طرف مائل کرنے کے لیے کہا کہ اگر وہ لوگ اسلام قبول کر لیں تو ان کو سو اونٹ دیے جائیں گے۔ چنانچہ قوم ان کی ترغیب اور تالیف قلب سے مسلمان ہوگئی تو انھوں نے ان میں سو اونٹ تقسیم کر دیے۔(۱۱)

مدعو کی تعریف وتحریک / حوصلہ افزائی

دعوت کے ہر کارکن کی حیثیت ایک مہربان استاد اور مربی کی سی ہونی چاہیے۔ داعی کا اپنے مخاطبین سے ایسا رویہ جس میں اپنائیت، محبت اور حوصلہ افزائی کا رنگ نمایاں ہو، دعوت کی کامیابی میں اولین پتھر کا کام دے سکتا ہے۔ بسا اوقات مدعو کی تعریف وتوصیف اور مناسب حوصلہ افزائی اس کو داعی کے اس قدر قریب کر دیتی ہے کہ اس کے بعد دعوت کا کام آسان ہوجاتا ہے۔ صحابہ کرامؓ نے دعوت وتبلیغ میں اس اسلوب کو بھی استعمال

☆ غزوۂ حنین میں ملنے والے مال غنیمت کو رسول اللہ ﷺ نے روساء مکہ میں ان کی تالیف قلب کی خاطر تقسیم کر دیا، چنانچہ مکہ کے کئی سرداروں نے اسی جذبہ سے متاثر ہوکر صدق دل سے اسلام قبول کر لیا، پھر حق کے خلاف ان کی گردنیں کبھی نہ اٹھ سکیں۔ صفوان بن امیہ جو اسلام کے اور خود رسول اللہ ﷺ کے شدید ترین دشمن تھے، کہتے ہیں:

واللّٰہ لقد اعطانی رسول اللّٰہ ﷺ ما اعطانی، وانه لا بغض الیّ فما برح یعطینی حتیٰ انه لاحبّ الناس الیّ (صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فی سخاءه ﷺ، ح:۶۰۲۲، ص:۱۰۲۲)

''قسم بخدا رسول اللہ ﷺ نے مجھے اتنا دیا جس کی کوئی حد نہیں جبکہ مجھے ان سے سخت بغض تھا۔ آپ ﷺ مجھے دیتے رہے یہاں تک کہ آپ ﷺ مجھے تمام انسانوں سے زیادہ محبوب ہوگئے''۔

ایک دفعہ ایک بدو نے آکر کہا: ان دو پہاڑوں کے درمیان بکریوں کے جتنے ریوڑ ہیں مجھ کو عنایت کر دیں۔ آپ ﷺ نے وہ سب اس کو عطا فرما دیے۔ یہ فیاضی اور احسان دیکھ کر اس پر ایسا اثر ہوا کہ اس نے اپنے پورے قبیلے سے جا کر کہا:

یا قوم اسلموا فان محمدا ﷺ یعطی عطاء لا یخشی الفاقة (ایضاً، ح:۶۰۲۰، ص:۱۰۲۱)

''اے قوم! اسلام قبول کرلو، محمد ﷺ اتنا دیتے ہیں کہ ان کو اپنے فقر وافلاس کا ڈر ہی نہیں رہتا''

کیا، چنانچہ جب لوگ دور دراز سے صحابہ کرامؓ کی خدمت میں طلبِ علم اور مسائلِ دینیہ کی سوجھ بوجھ حاصل کرنے کے لیے آتے تو وہ نہایت کشادہ دلی اور خندہ پیشانی سے ان کا خیر مقدم کرتے۔ ابو ہارون کا بیان ہے کہ ہم لوگ حضرت ابوسعید الخدریؓ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آپؓ یہ کہتے ہوئے ہمارا استقبال کرتے:

مرحباً بوصية رسول اللّٰہ ﷺ ان النبی ﷺ قال: ان الناس لکم تبعَ و ان رجالا یأتونکم من اقطار الارض یتفقّھون فی الدین واذا اتوکم فاستوصوابھم خیرًا (۱۲)

خوش آمدید! بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارے پاس دنیا کے کونے کونے سے دین سیکھنے کے لیے لوگ آئیں گے، ان کے ساتھ بھلائی کرنا۔

حسن بصری کا بیان ہے کہ ہم لوگ حضرت ابو ہریرہؓ کی عیادت کو گئے، جب لوگوں کے ہجوم کی وجہ سے ان کا گھر بھر گیا تو انھوں نے خاکساری سے اپنے پاؤں سمیٹ لیے اور فرمایا: ایک دن ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ لیٹے ہوئے تھے ہم لوگوں کو دیکھا تو اسی طرح پاؤں سمیٹ لیے اور فرمایا:

انہ سیأتیکم اقوام من بعدی یطلبون العلم فرحبوا بھم وحیّوھم وعلّموھم (۱۳)

میرے بعد عنقریب لوگ تمہارے پاس تحصیل علم کے لیے آئیں گے ان کو مرحبا کہنا، سلام کہنا اور علم سکھانا۔

حضرت ابوسعید خدریؓ کے پاس جب نوعمر اور جوان طلبا آتے تو آپؓ ان کو اپنے سے مانوس اور قریب کرنے کے لیے فرماتے:

مرحبا بوصیة رسول اللّٰہ ﷺ! أمرنا رسول اللّٰہ ﷺ ان نوسع لھم فی المجلس، ونفقّھھُم الحدیث، فانکم خلوفنا والمحدثون بعدنا، وکان مما یقول للحدث: اذا انت لم تفھم الشیٔ استفھمنیہ! فانك ان تقوم وقد فھمتہ احب الیّ من ان تقوم ولم تفھمہ (۱۴)

خوش آمدید ہو! ان لوگوں کو جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے ہمیں وصیت فرمائی تھی، کہ ہم ان کے لیے مجلس میں گنجائش پیدا کریں اور ان کو حدیث سمجھائیں، کیونکہ آپ لوگ ہی ہمارے بعد ہمارے نائب اور دوسروں کو احادیث سنانے والے ہیں۔ اگر تمہیں کوئی بات سمجھ نہ آئے مجھ سے سمجھ لینا کیونکہ تم سمجھ کر اٹھو، یہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ تم بے سمجھے اٹھ جاؤ۔

ایک دفعہ عبداللہ بن عمروؓ کا حلقہ درس قائم تھا۔لوگوں کی کثیر تعداد جمع تھی، اتنے میں ایک آدمی مجلس کو چیرتا ہوا آگے بڑھا، لوگوں نے اس کو روکنا چاہا لیکن آپؓ نے کمال شفقت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: اس کو آنے دو۔ وہ آیا یہاں تک کہ آپؓ کے پاس بیٹھ گیا اور بولا:

أخبرني لشئ حفظته من رسول الله ﷺ، فقال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده، والمهاجر من هجر ما نهى الله عنه(۱۵)	رسول اللہ ﷺ کا کوئی فرمان یاد ہو تو بیان کیجئے۔ فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں اور مہاجر وہ ہے جو اللہ کی منع کی ہوئی باتوں کو چھوڑ دے۔

لوگ مختلف مسائل میں ازواجِ مطہرات بالخصوص حضرت عائشہ صدیقہؓ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ بعض مسائل کے پوچھنے میں جھجک اور شرم مانع آتی تھی تو ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سائلین کی حوصلہ افزائی فرماتیں، چنانچہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو ایک مسئلہ کے دریافت کرنے میں حیا اور شرم مانع ہوئی تو آپؓ نے ان کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے فرمایا:

لا تستحي ان تسألني عما كنت سائلاً عنه امك التي ولدتك فانما انا امك (۱۶)	تو اس بات کو پوچھنے میں شرم مت کر! جو تو اپنی سگی ماں سے پوچھ سکتا ہے، جس نے تجھے جنا ہے۔ میں بھی تو تیری ماں ہوں۔

دعوت میں ایجاز واختصار

دعوت وتبلیغ کو مؤثر بنانے کے لیے مضامین دعوت کا واضح، دوٹوک اور مختصر ہونا بھی ایک بہترین اسلوب ہے۔ صحابہ کرامؓ کے دعوتی وتبلیغی خطبات میں فصاحت وبلاغت کے ساتھ ساتھ ایجاز واختصار کی جھلک بڑی نمایاں ہوتی تھی۔ ابووائل بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عمار بن یاسرؓ نے ہمیں فصیح وبلیغ خطبہ دیا۔ لوگوں نے آپ کے بیان کی خوب تعریف کی، لیکن آپ کا بیان اس قدر مختصر تھا کہ لوگوں نے خواہش کی کہ کاش آپ مزید بیان فرماتے؟ تو آپؓ نے فرمایا:

انی سمعت رسول الله ﷺ يقول: ان طول صلاة الرجل وقصر خطبته مئنة	میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے: نماز کو طول دینا اور خطبہ کو مختصر کرنا انسان کی سمجھ کی

من فقهه فأطيلوا الصلوة واقصروا الخطبة (۱۷)

علامت ہے، پس تم نماز کو لمبا کرو اور خطبہ مختصر دیا کرو۔

صحابہ کرامؓ نے دعوت وتبلیغ میں ایجاز واختصار کے اسلوب کو نہ صرف خود اختیار فرمایا بلکہ دوسروں کو بھی تلقین کی کہ وہ وعظ ونصیحت کو مختصر رکھیں۔ ایک دفعہ حجاج بن یوسف ابن عمرؓ کے ہمراہ خطبہ حج کے لیے روانہ ہوا۔ ابن عمرؓ کے صاحبزادے سالم بن عبداللہؒ بھی ساتھ تھے۔ انھوں نے حجاج کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: اگر آج تم سنت کو حاصل کرنا چاہتے ہو تو مختصر خطبہ دینا اور نماز جلدی پڑھانا، حجاج بن یوسف ابن عمرؓ کی طرف دیکھنے لگا کہ اس بارے میں وہ کیا فرماتے ہیں، ابن عمرؓ نے یہ بات دیکھی تو فرمایا: سالم نے ٹھیک کہا ہے۔ (۱۸)

حضرت عبداللہؓ بن مسعود کا بیان اور خطبہ بڑا مختصر، جامع اور پر اثر ہوتا تھا۔ حضرت ابوالدرداؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا پھر آپ کے حکم سے حضرت ابوبکرؓ اور عمر فاروقؓ نے بیان فرمایا اور دونوں حضرات نے اپنے بیان کو مختصر رکھا، ان کے بعد عبداللہؓ بن مسعود کو حکم ہوا کہ کچھ بیان کریں۔ حکم کی تعمیل میں کھڑے ہوئے اور حمد وسلام کے بعد فرمایا:

ایھاالناس! ان اللّٰہ ربنا وان الاسلام دیننا وان ھذا نبینا۔ وأوما بیده الی النبی ﷺ۔ رضینا مارضی اللّٰہ لنا ورسوله والسلام علیکم

اے لوگو! اللہ ہمارا رب اور اسلام ہمارا دین ہے اور آپ ﷺ ہمارے نبی ہیں۔ اور اپنے ہاتھ سے رسول اللہ ﷺ کی طرف اشارہ کیا۔ جس سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ خوش ہوں اس سے ہم بھی خوش ہیں، اور تم پر سلامتی ہو۔

اس کے بعد عبداللہ بن مسعودؓ بیٹھ گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس مختصر مگر جامع بیان کی بہت تعریف وتحسین فرمائی اور فرمایا: ''ابن ام عبد نے سچ کہا''۔ (۱۹)

مخاطب کی زبان میں گفتگو

ابلاغ اور تفہیم کے لیے زبان ولسان کی اہمیت مسلم ہے۔ دعوت وتبلیغ میں تاثیر اور قوت اسی وقت پیدا ہوسکتی ہے، جب پیغام کی زبان آسان، نرم اور قابل فہم ہو، اور اگر اس کے ساتھ ساتھ داعی مدعو کی زبان سے بھی واقفیت رکھتا ہو تو دعوت کا کام مزید آسان ہو جاتا ہے، کیونکہ ہم زبانی سے انسیت میں اضافہ ہوتا ہے، اجنبیت دور ہوتی ہے اور گفتگو کا مقصد آسانی سے سمجھا اور سمجھایا جا سکتا ہے۔ خود رسول اللہ ﷺ نے اس اسلوب کو اختیار فرمایا۔ عرب اگرچہ عربی زبان ہی بولتے تھے لیکن ان کے مختلف قبائل اور علاقوں میں لہجوں کا

اختلاف پایا جاتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس بہت سے قبائل سے وفود آتے اور اسلام قبول کرتے تو آپ ﷺ ان کے ساتھ ان ہی کی زبان اور لہجے میں گفتگو فرماتے۔ خطیب بغدادی نے اپنی سند سے کعب بن عاصم الاشعری کا قول نقل کیا ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو مخصوص لہجے میں بات کرتے سنا:

عن عاصم الاشعریؓ قال: سمعت رسول اللہ ﷺیقول : لیس من امبرامصیام فی امسفر، اراد لیس من البر الصیام فی السفر (۲۰)

اشعریوں کی لغت میں لام کو میم سے تبدیل کرلیا جاتا ہے۔ آپ ﷺ نے اپنے لہجہ کو چھوڑ کر مخاطب کے لہجہ کو اختیار فرمایا۔ بلاشبہ اس سے مدعو پر خوشگوار اثر پڑتا ہے اور اپنائیت اور قربت پیدا ہوتی ہے۔ اسی ضرورت کے پیش نظر رسول اللہ ﷺ نے حضرت زیدؓ بن ثابت کو سریانی زبان سیکھنے کا حکم دیا، تاکہ یہود سے انھیں کی زبان میں گفتگو کی جا سکے اور انھیں کی زبان میں ان کے خطوط کا جواب دیا جا سکے۔ حضرت زید بن ثابتؓ کا بیان ہے:

فتعلّمت کتابھم مامرت بی خمس عشرۃ لیلۃ حتی حذقتہ، وکنت اقرأ لہ کتبھم اذا کتبوا الیہ، واجیب عنہ اذا کتب (۲۱)

ایک ایرانی عورت حضرت ابوہریرہؓ کی خدمت میں استغاثہ لے کر آئی کہ میرے شوہر نے مجھے طلاق دے دی ہے اور اب مجھ سے میرا بیٹا بھی چھیننا چاہتا ہے اس عورت نے یہ ساری گفتگو فارسی زبان میں کی اور ابوہریرہؓ نے بھی اس سے اسی زبان میں گفتگو کی اور پھر آپؓ نے بچہ عورت کے حوالے کرنے کا حکم دیا۔ (۲۲)

ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرات صحابہ کرامؓ نے دوسری قوموں کی زبانیں صرف اس غرض سے سیکھ رکھی تھیں تاکہ مخاطب سے براہ راست تبادلۂ خیال کر کے اس کے مسائل کا حل کیا جائے۔

صحابہ کرامؓ نے قرآن مجید کے بعض اجزا کا ترجمہ بھی دوسری زبانوں میں کیا تاکہ عربی زبان سے ناواقف لوگ اسلام کی حقیقی روح اور تعلیمات سے محروم نہ رہ جائیں۔ چنانچہ علامہ سرخسی لکھتے ہیں:

روی ان الفرس کتبوا الی سلمانؓ ان یکتب لھم الفاتحۃ بالفارسیۃ، فکانوا یقرؤن ذالک فی الصلوۃ حتیٰ لانت السنتھم للعربیۃ (۲۳)

بیان کیا جاتا ہے کہ بعض نومسلم ایرانیوں نے حضرت سلمانؓ کی خدمت میں لکھا کہ ان کے لیے سورۃ الفاتحہ کو فارسی میں نقل کر دیا جائے، چنانچہ وہ لوگ (اسی ترجمہ کو) نماز میں پڑھتے تھے یہاں تک کہ وہ عربی سیکھ گئے۔

اسی واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے ایک اور بڑے فقیہ نے اپنی کتاب ''النہایۃ حاشیۃ الہدایۃ'' میں مزید

تفصیل درج کی ہے کہ حضرت سلمان فارسیؓ نے رسول اللہ ﷺ کی اجازت سے یہ کام انجام دیا اور ان کے ترجمے کا ایک جز بھی نقل کیا ہے، ''بنام خداوند بخشایندہ مہربان'' (۲۴) یہ بسم اللہ کا ترجمہ ہے۔

شاہانِ عالم کی طرف بھیجے جانے والے نبوی سفراء کا معجزانہ طور پر انھیں قوموں کی زبان میں گفتگو کرنے لگ جانا بھی دعوت وتبلیغ میں زبان کی یکسانیت کی اہمیت کو واضح کرتا ہے۔ (۲۵)

حضرت عمر فاروقؓ بھی دعوت وتبلیغ میں زبان وبیان کی اہمیت سے پوری طرح آگاہ تھے۔ چنانچہ انھوں نے حضرت سلمان فارسیؓ کو محاربات عراق وایران کے دوران اسلامی لشکر کا داعی مقرر کیا تھا۔ چنانچہ حضرت سلیمان فارسیؓ نے ہمیشہ بڑی حکمت، دانائی اور دلسوزی کے ساتھ دعوتِ اسلام کا فریضہ انجام دیا اور انھوں نے مقبوضہ علاقوں میں فارسی نژاد ہونے کی وجہ سے نومسلموں کو اسلامی تعلیمات سے روشناس کرانے میں گرانقدر خدمات انجام دیں۔ موالیوں اور نومسلموں میں انھیں اس قدر مقبولیت حاصل تھی کہ وہ لوگ انھیں اپنا ہیرو اور بطلِ جلیل تصور کرتے تھے۔

حوالہ جات

(۱) سورۃ یوسف ۱۲: ۳۶۔۴۱

(۲) المسند، حدیث شدادؓ بن اوس، ح: ۱۶۶۶۹، ۵/ ۱۰۴

(۳) الاستیعاب، تذکرہ طلیبؓ بن عمیر، ۲/ ۷۷۔۷۷

(۴) ایضاً، تذکرہ اروئیؓ بن عبد المطلب، ۴/ ۱۷۷۸

(۵) اسد الغابہ، تذکرہ ام خیرؓ بنت صخر، ۵/ ۵۸۰۔ الاصابہ، تذکرہ ام الخیرؓ بنت صخر، ۴/ ۴۴۷

(۶) المسند، مسند عبد اللہ بن عباسؓ، ح: ۲۴۱۵، ۱/ ۴۴۳

(۷) المسند، حدیث ابوموسیٰ الاشعریؓ، ح: ۱۹۱۳۹، ۵/ ۴۵۴

(۸) المسند، حدیث ابودرداءؓ، ح: ۲۶۹۶۰، ۷/ ۵۹۸

(۹) صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب ثواب المومن فیما یصیب، ح: ۶۵۶۱، ص: ۱۱۲۷

(۱۰) صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب فضل من استبرألدینہ، ح: ۵۲، ص: ۱۲

(۱۱) سنن ابی داؤد، کتاب الخراج، باب فی العرافۃ، ح: ۲۹۳۴، ص: ۴۲۷

☆ غزوۂ حنین میں ملنے والے مال غنیمت کو رسول اللہ ﷺ نے روساء مکہ میں ان کی تالیف قلب کی خاطر تقسیم کر دیا، چنانچہ مکہ کے کئی سرداروں نے اسی جذبہ سے متاثر ہو کر صدق دل سے اسلام قبول کر لیا، پھر حق کے خلاف ان کی گردنیں کبھی نہ اٹھ سکیں۔ صفوان بن امیہ جو اسلام کے اور خود رسول اللہ ﷺ کے شدید ترین دشمن تھے، کہتے ہیں:

واللّٰہ لقد اعطانی رسول اللّٰہ ﷺ ما اعطانی، وانہ لا بغض الیَّ فما برح یعطینی حتیٰ انہ لاحبّ

الناس الیّ (صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فی سخا ئہ ﷺ، ح:۶۰۲۲، ص:۱۰۲۲)

''قسم بخدا رسول اللہ ﷺ نے مجھے اتنا دیا جس کی کوئی حد نہیں جبکہ مجھے ان سے سخت بغض تھا۔ آپ ﷺ مجھے دیتے رہے یہاں تک کہ آپ ﷺ مجھے تمام انسانوں سے زیادہ محبوب ہو گئے''۔

ایک دفعہ ایک بدو نے آکر کہا: ان دو پہاڑوں کے درمیان بکریوں کے جتنے ریوڑ ہیں مجھ کو عنایت کر دیں۔ آپ ﷺ نے وہ سب اس کو عطا فرما دیے۔ یہ فیاضی اور احسان دیکھ کر اس پر ایسا اثر ہوا کہ اس نے اپنے پورے قبیلے سے جا کر کہا:

یا قوم اسلموا فان محمدا ﷺ یعطی عطاء لا یخشی الفاقة (ایضاً، ح:۶۰۲۰، ص:۱۰۲۱)

''اے قوم! اسلام قبول کرلو، محمد ﷺ اتنا دیتے ہیں کہ ان کو اپنے فقر وافلاس کا ڈر ہی نہیں رہتا''

(۱۲) جامع الترمذی، ابواب العلم، باب ماجاء فی الاستیعاء بمن یطلب العلم، ح:۲۶۵۰، ص:۶۰۱۔ سنن ابن ماجہ، المقدمہ، باب الوصاۃ بطلبہ العلم، ح:۲۴۹، ص:۳۸

(۱۳) سنن ابن ماجہ، المقدمہ، باب الوصاۃ بطلبۃ العلم، ح:۲۴۸، ص:۳۸

(۱۴) کنز العمال، ۲۴۳/۵

(۱۵) المسند، مسند عبداللہ بن عمروؓ، ح:۶۷۶۷، ۳۹۶/۲

(۱۶) صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب نسخ الماء من الماء وجوب الغسل ......، ح:۷۸۵، ص:۱۵۳

(۱۷) صحیح مسلم، کتاب الجمعۃ، باب تخفیف الصلوۃ والخطبۃ، ح: ۲۰۰۹، ص: ۳۴۸۔۳۴۹۔ المسند، حدیث عمار بن یاسر، ح:۱۷۸۵۳، ۳۲۶/۵

(۱۸) الموطأ، کتاب الحج، باب الصلوۃ فی البیت وقصر الصلوۃ وتعجیل الخطبہ بعرفۃ، ح:۴۲۲، ص:۲۶۶

(۱۹) تذکرۃ الحفاظ، تذکرہ عبداللہؓ بن مسعود، ۱۵/۱

(۲۰) خطیب بغدادی، ''کتاب الکفایۃ فی علم الروایۃ''، ص:۱۸۳، دائرۃ المعارف العثمانیۃ، حیدر آباد، دکن، ۱۳۵۷ھ

(۲۱) المسند، حدیث زیدؓ بن ثابت، ح:۲۱۱۰۸، ۲۳۸/۶، اسد الغابہ، تذکرہ زیدؓ بن ثابت

(۲۲) سنن ابی داؤد، کتاب الطلاق، باب من احق بالولد، ح:۲۲۷۷، ص:۳۳۰

(۲۳) سرخسی، شمس الدین، ''المبسوط''، کتاب الصلوۃ، ۳۷/۱، دار المعرفۃ، بیروت، ۱۹۷۸ء۔ محمد بن حسن الشیبانی، ''کتاب الاصل''، کتاب الصلوۃ، باب افتتاح الصلوۃ وما یصنع الامام، ۱۶/۱، دار المعارف العمانیۃ، لاہور، ۱۹۸۱ء

(۲۴) حمید اللہ، ڈاکٹر، ''صحیفہ ہمام بن منبہ''، ناشر رشید اللہ یعقوب، کلفٹن، کراچی، ص ۱۹۳، ۱۹۹۸ء

(۲۵) ابن سعد، ذکر بعثۃ رسول اللہ ﷺ الرسل بکتبہ الی الملوک ۲۵۸/۱

(جاری)